سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (۸/۳)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹



نورافشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
میکلوڈ روڈ - لاہور
پادری ڈبلیو - جے کلارک صاحب
ایم - اے (ایمپرس روڈ - لاہور) مینیجر

جملہ خط وکتابت وترسیل زر بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے اور مضامین واشتہارات وغیرہ برای اندراج بنام ایڈیٹر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ٭

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہو

جلد ۵۳ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے ۳۰ جنوری ۱۹۲۵ء | نمبر ۵

رُباعیاتِ منت

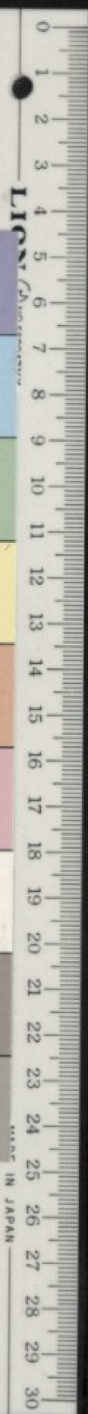
بیکار تمام عمر جینے والے ۱۰۹ اپنا کفن اپنے آپ سینے والے
مردہ ہیں حقیقتاً گر زندہ ہیں منت چنڈو میو مدک کے پینے والے
جب زیر نگاہ آئے عکسِ مئے سرخ ۱۱۰ سرخاب خوار اڑائے عکسِ مئے سرخ
مستانگ اُسے کہ شل کر دم منت کیوں ڈنک لگائے عکسِ مئے سرخ
اے بادۂ سرخ مست تو تیری ہے ۱۱۱ داناؤں کو دے شکست خو تیری ہے
منت تو ہے آپ میں نہ ڈھونڈیگا تجھے خود گم شدگان کو جستجو تیری ہے
غیرت اے بتکدہ کی کب آئی ہے ۱۱۲ مسجد کا نہ چرچ کا وہ شیدائی ہے
منت وہ ہوا ہے دختِ رز کا چوہڑ ہندو نہ مسلمان نہ عیسائی ہے
مے پی کر نہ پی تمیز اپنی اپنی ۱۱۳ دولت اپنی ہے چیز اپنی اپنی
منت پئے مفت گو نباید کچھ گفت تو بھی تو ہے جان عزیز اپنی اپنی
گندی مے ہے خراب پانی نہ پیو ۱۱۴ جب تک نہ چھٹے جناب پانی نہ پیو
کیا کہتے ہیں مے کشوں سے پوچھو منت کیوں پیتے ہو تم شراب پانی نہ پیو
لیلائے حواس ہوں نہ مجنوں کبھی ۱۱۵ بدنام کبھی نہ ہونگے ملعون کبھی
بچہ ہوں جوان ہوں کہ بوڑھے منت گانجہ نہ پئیں نہ کھائیں معجون کبھی
کھائی نہ تنکرہ تونے بورا کھایا ۱۱۶ گھر حسن شعرا کی اور نہ چورا کھایا
مسموم دھتورے سے کہدو منت وحشت بُری کی تونے کیوں دھتورا کھایا
مرگھٹ میں جگہ تلاش کرنے والے ۱۱۷ دم سادھو کے آہ سرد بھرنے والے
زندوں کی تو زہر ہے یہ لیکن منت مے ان کو پلاؤ جو ہیں مرنے والے

افلاس ترقی کا ذریعہ ہے

مسٹر اینڈریو کا قول ہے کہ وہ لڑکے جو قسمتی سے کسی امیر خاندان میں پیدا ہوئے ہیں حقیقت میں قوم وملک کے لئے ایک بھاری بوجھ ہیں۔ اکثر دولتمند لوگوں کے لڑکے دنیاوی تعیشات اور نفسانی جذبات کا شکار ہو کر نہایت ذلیل وپسماندہ زندگی بسر کرنے کے خوگر ہو جاتے ہیں جن سے ایک غریب آدمی حسد نہیں کر سکتا۔

کسی فرم کے حصے دار لڑکے، کام شروع کرنے والے غریب لڑکوں کی ترقی میں سدِراہ نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایسے لڑکے جو تم سے بھی زیادہ غریب ہیں اور جن کے والدین غربت کی وجہ سے اُن کی تعلیم کے بھی کفیل ہو سکتے۔ ضرور تمہاری ترقیوں میں حصہ لینے کی کوشش کرینگے۔ تمہیں اُس غریب لڑکے کا خیال رکھنا چاہیے جو افلاس وتنگدستی کے سبب اپنی تعلیم مکمل کرنے سے پہلے ہی ضروریات زندگی حاصل کرنے کے لئے مجبور ہو کر کسی دفتر میں جھاڑو دینے پر مقرر ہو گیا ہو۔ کیونکہ یہی لڑکا آگے چلکر اُس ممتاز کاسے گھوڑے کی طرح میدان جیت لیگا اور لوگوں کو تعریف کے ساتھ اپنا گرویدہ بنا لیگا۔

افلاس سے نجات پانے کی کوشش ہمیشہ انسان کو ذی عزت بنانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ اگر انسان ایام طفلی ہی سے کھانے پینے اور دوسری ضروریات زندگی سے مستغنی ہوتا تو پھر اُس کے لئے قطعی طور پر کسی کام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی اور جب یہ ہوتا تو شاید آفرینش عالم بیجا ثابت ہوتی۔ کیونکہ اگر ہمارے ملک کا ہر شخص دولتمند پیدا ہوتا تو یقیناً زمانہ نہایت تاریکی وجہالت کا زمانہ ہوتا۔ وہ آج کی یہ معلومات اور سائنٹیفک ترقیاں ظہور میں آتیں اور نہ کوئی شخص سونے اور جواہرات جیسی قیمتی چیزوں کی قدر ومنزلت جانتا بلکہ یہ اسی طرح اب بھی خاک در آغوش ہوتیں



٭ رسالہ ہمایوں ایک ماہواری رسالہ ہے جو اس لائق ہے کہ ناظرین نورافشاں اسے خریدیں بلغ پانچروپیہ سالانہ قیمت ہے۔ اس رسالہ کے مضامین کا نمونہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

اور ہمارے بڑے بڑے ترقی یافتہ شہر ایک وسیع جنگل کی طرح سنسان ہوتے۔

"تہذیب و تمدن تمامتر انسان کی اس جد و جہد کا نتیجہ ہیں جو وہ افلاس کے خلاف اس سے نجات پانے کے لئے کرتا ہے۔ ہماری طبیعتیں کچھ اس قسم کی واقع ہوئی ہیں کہ ہم افلاس دُور کرنے کے لئے فطری طور پر تفکر و تدبر سے کام لیتے ہیں اور اس سے نجات پانے کے لئے اپنی کوئی امکانی کوشش اُٹھا نہیں رکھتے۔ یہ صرف افلاس اور پیہم ضرورتوں ہی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنی حالت اور اخلاق کو درست اور پسندیدہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں کثرت سے ایسے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے باوجود دولتمند ہونے کے نہایت ناکارہ و ذلیل زندگی بسر کی ہے۔ بخلاف اس کے کچھ لوگ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو بے سروسامانی سے تنگ آکر افلاس کی مصیبت سے بچنے کی جد و جہد میں میدان ترقی میں سب سے آگے نکل گئے ہیں۔

اگر ہمارے ملک کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ کامیاب لوگوں میں زیادہ تر وہی لوگ تھے جو اپنی ابتدائی عمر میں غربت کی زندگی بسر کر چکے تھے۔ چنانچہ بنجمن فرینکلن، الگزنڈر ہیملٹن، اینڈریو جیکسن، ہنری کلے، ڈینیل ویبسٹر، ابراہیم لنکن، ہارس مین، جارج پیباڈی، اولیسس گرانٹ اور جیمس اے گارفیلڈ جیسے مشہور و معروف لوگ غربت و افلاس ہی کی خاک سے اُٹھ کر بلندی و عظمت کے آسمان تک پہنچ گئے تھے۔

اسی طرح موجودہ زمانے کے کامیاب اور خوشحال لوگوں نے بھی ضرورت و افلاس ہی کے شکنجے میں پڑ کر ترقی کی طرف قدم بڑھائے ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے سوداگر، ریل کے افیسر، یونیورسٹی کے صدر، پروفیسر، موجد اور سائنسدان، مدبر و ارا کین سلطنت، غرض ہر ہر شعبے میں کام کرنے والے پہلے پہل غریب و بے سروسامان تھے اور صرف افلاس ہی کی بدولت وہ گمنامی کے غار سے نکلکر شہرت کے اسٹیج پر آگئے۔

وہ نوجوان جس نے آرام و آسودگی میں پرورش پائی ہے۔ یا جس کے کاموں کا ہمیشہ دوسروں کی مدد پر انحصار رہا ہے اور جو اپنی معاش خود حاصل کرنے پر کبھی مجبور نہیں ہوا۔ یا جو اوائل عمر ہی سے معاونین کے حلقے میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ کبھی ایک کامیاب زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ جنگل کی اُس کمزور بیل کی طرح ہے جس کی زندگی اور نشو و نما کا انحصار دوسرے درختوں پر ہوتا ہے۔ بخلاف اُس بڑے شاہ بلوط کے جو تمام موسمی تغیرات و حادثات برداشت کرنے کے بعد بھی وہ اونچا ہونے کی کوشش کرتا ہے۔

ہماری تمام طاقتیں، مشکلات و مصائب پر غالب آنے کے لئے ودیعت کی گئی ہیں۔ ایک پہلوان اُسی وقت تک پہلوان ہے جب تک کہ وہ کشتی لڑتا رہے۔ اسی طرح اُس شخص کے لئے کامیاب زندگی بسر کرنا ناممکن ہے جو تکالیف و موانعات کا مقابلہ کرنے سے ڈر رہا ہو اور چاہتا ہو کہ بغیر جد و جہد کے دنیاوی تفکرات سے بے نیاز ہو جائے۔

بغیر مقابلہ اور مرائل کے زندگی بسر کرنا موت کے برابر ہے۔ کیریکٹر یا چال چلن کی مضبوطی ایک ایسی چیز ہے جو ہر طرح کے موانعات پر غالب آجاتی ہے۔ درحقیقت زندگی ایک ورزش ہے اگر کوئی شخص کرسی پر بیٹھا ہوا صرف ورزش کے سامان دیکھ رہا ہے تو وہ قیامت تک اُس سے طاقتور نہیں ہو سکتا۔ اگر ایک باپ اپنے بیٹے کے عوض ورزش کر لیا کرے اور وہ اسی طرح سستی سے بیٹھا رہے تو یقیناً اُسے بجائے فائدہ کے نقصان ہوگا اور وہ دن بدن کمزور ہوتا چلا جائیگا۔ اگر اُسے طاقت حاصل کرنی ہے تو وہ خود ڈمبلز اور مگدر ہلائے

ایسے کتنے ہی والدین ہیں جو اپنے لڑکوں کی بجائے ورزش کر لیا کرتے ہیں اور لڑکے ملائم گدوں اور نرم کرسیوں پر بیٹھے ہوئے دیکھا کرتے ہیں لیکن یہ دیکھ کر اُن کے تعجب کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ وہ لڑکے اس طرح کمزور و نحیف ہیں جس طرح کہ ورزش سے پہلے تھے۔

ایک مشہور مصور سے جب دریافت کیا کہ فلاں شخص جو اس کے ساتھ پڑھا کرتا تھا ایک عمدہ نقاش ہو سکتا ہے تو اُس نے جواب دیا ہرگز نہیں۔ کیونکہ اسکی سالانہ آمدنی ۶۰۰۰ چھ ہزار پونڈ سے بھی زیادہ ہے" اُسے معلوم تھا کہ انسان سخت سے سخت مشکلات ہی میں پڑ کر عالی دماغ و بلند حوصلہ بن سکتا ہے نہ کہ دولت کی فراوانی اور عیش و عشرت کے سامان میں۔

ہمارے ملک میں ایسے کتنے ہی نو وارد آئے جو ہماری زبان سے ناواقف، غریب اور بے یار و مددگار ہونے کے ساتھ ہی تعلیم یافتہ بھی نہ تھے۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی ذاتی جد و جہد سے وہاں کے حقیقی باشندوں سے جنہیں ترقی کے تمام وسائل میسر تھے زیادہ ذی عزت اور زیادہ دولتمند بن گئے۔ اسی قسم کے لوگوں میں سے مجھے ایک شخص کا اچھی طرح خیال ہے جو ہمارے ملک میں تھوڑے ہی عرصہ رہ کر ایک مشہور ذی عزت اور صاحب مرتبہ بن گیا۔ اُس کی مدد کے لئے وہاں کوئی اُس کا رفیق نہ تھا۔ خود اُس کی ذات ہی اسکی بہترین رہنما و معلم تھی اور وہ اپنی تربیت آپ کرنے کی زندہ مثال تھا۔ رفتہ رفتہ وہ ایک مضبوط کیریکٹر کا انسان بن گیا۔ جو اپنی مخفی قوتوں کا اظہار کرتا ہے اور کمزوریوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ تمام امریکہ میں اُس کی شخصیت ایک ایسی شخصیت ہے جو ہر نوجوان کے دل میں تمناؤں کا تلاطم برپا کر دیتی ہے اور ہر جوان لڑکی اور لڑکے کے (دیکھو صفحہ ۱۱)

نور افشان

مطبوعہ ۳۰ جنوری ۱۹۲۵ء

مولانا حشمت العلی صاحب کی خدمت میں گذارش

مولینا سلام علیکم - اشاعۃ القرآن کا تازہ نمبر ملا۔ آپکی خلوص دل اور محبت کا پھر اعتراف کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی جناب قاری احمد الدین صاحب وائس پریذیڈنٹ اور جناب حاجی عمر الدین صاحب تحصیلدار اور چودھری عبدالرحیم صاحب تھانیدار صاحب کی خلوص دل اور محبت کا صدق دل سے معترف ہوں۔ اس اقرار کے ساتھ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہمارا آپس میں کوئی بحث مباحثہ نہیں ہے صرف اس باعث جدائی کی بابت مخلصانہ بات چیت ہے جو تحقیق الاسلام قبول کرنے کے بعد مجھ میں اور آپ میں باقی رہ گیا ہے۔

اس کے بعد نہایت ادب سے یہ بات یاد دلاتا ہوں کہ آپ صاحبان نے فدوی کو بائبل رکھتے ہوئے اور مانتے ہوئے اور تحقیق الاسلام کا مصنف یقین کرتے ہوئے خود غریب خانہ پر تشریف لاکر تحقیق الاسلام کے لئے مبارکباد دی تھی چنانچہ جناب والاشان کو بھی اس بات کا اعتراف ہے۔ آپ کو یہ بات بھی یاد ہوگی کہ آپ صاحبان نے مبارکبادی دیتے وقت اپنی مبارکباد ہی کی اسی قدر وجہ بیان فرمائی تھی جس قدر آپ اپنی تحریر میں بیان فرما چکے ہیں۔ میرے اور آپ کے تعارف و باہمی تکلم کی بنیاد بھی مبارکبادی ہے۔ اس پر آپ کا تحقیق الاسلام پر اعتراض نہ اٹھانا اس بات کا شاہد ہے کہ آپ نے تحقیق الاسلام کے جملہ دعاوی پر صاد کر دیا تھا۔ اس سے بڑھکر جب آپ نے یسوع مسیح کی کتاب کی بابت مجھ سے استفسار کیا تو میرے لئے یہ قدرتی بات تھی کہ میں آپ صاحبان کی بابت یہ بات سمجھوں کہ آپ کو تحقیق الاسلام کا ہر ایک دعوے قبول و منظور ہو چکا ہو تب ہی میں نے آپ کا سوال قبول کر لیا اور اس کا فوراً جواب اپنی بائبل پیش کر کے دیدیا۔

جو بائبل میں نے جناب کی خدمت میں پیش کی اس کی بابت اگرچہ مجھے بہت کچھ کہنا تھا پر چونکہ آپ نے بائبل پر پہلے وہ اعتراضات اٹھا دیئے جنکا آپ اشاعۃ القرآن میں ذکر کرتے ہیں۔ اس وجہ سے ازرہ ادب مجھے خاموش ہوکر آپ کے اعتراضات کے جواب دینے کا ذمہ لینا پڑا۔ اور میں اب تک ان سوالات کا جواب دینے کو تیار ہوں پر آپ مجھے جواب دینے کا موقع نہیں دیتے ہیں تحقیق الاسلام کی بابت جو کچھ آپ تسلیم کر چکے ہیں اس میں سے کچھ حصہ پیش کیا جا چکا ہے۔ باقی مناسب موقع پر پھر پیش کیا جائیگا۔ فی الحال آپ کے اعتراضات کی بابت اس قدر عرض کرنا ہے کہ آپ کے اعتراضات میرے لئے کوئی ایسا بے خطا قانون نہیں ہیں کہ میں انکو سمجھنے کے بغیر فوراً جواب دینے پر آمادہ ہو جاؤں۔ وہ آپ کے لئے بے خطا ہو سکتے ہیں۔ پر میرے نزدیک ایسے نہیں ہیں مجھے ان میں ایک بھاری سقم نظر آتا ہے جسے آپ نے پہلے رفع کرنا ہے جب آپ کے اعتراضات سے وہ سقم دور ہو جائیگا تو میں فوراً ان اعتراضات کا جواب عرض کرونگا۔

میری پیش کردہ انجیل پر آپ نے یہ اعتراضات اٹھائے ہیں کہ یہ انجیل متی و مرقس وغیرہ کی لکھی ہے عیسےٰ مسیح کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ انجیل لکھنے والے انجیل سے یسوع مسیح کے بے وفا اور عہد شکن ثابت ہیں۔ اُن کی لکھی ہوئی انجیل پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا نہ اس پر قرآن اسلام کو مبنی مانا جاسکتا ہے۔ یہ آپ کے ان اُن اعتراضوں کا خلاصہ مطلب ہے جواب تک تحریر میں آچکے ہیں۔

ان اعتراضوں کا جواب دینے سے پہلے فدوی کو انکی بابت اول یہ بات سمجھنے کا حق حاصل ہے کہ اگر کسی کتاب کے منجانب اللہ ہونے کی یہی دلیل ہو جو آپ پیش کر رہے ہیں تو کیا آپ قرآن مروجہ کی بابت یہ ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تماماً کمالاً حضرت محمد کی قلم سے لکھا ہوا ہے اور کہ اس میں حضرت محمد کی سہو و خطا کا ذکر تک نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ نے انجیل پر اعتراض اٹھاتے وقت اس بات کا مطلق خیال نہیں فرمایا۔

پس آپ خود قرآن شریف کو حضرت محمد کی قلم کا لکھا ہوا ثابت نہیں کر سکتے۔ نہ آپ کی سہو و خطا کے ذکر اذکار سے انکار کر سکتے ہیں اور پھر بھی قرآن کو منزل من اللہ تسلیم کر رہے ہیں تو آپکو انجیل مقدس پر وہ اعتراضات اٹھانے کا جنکا ذکر ہو رہا ہے کیوں خیال آیا؟ یہی اعتراضات جو آپ نے انجیل پر اٹھائے ہیں قرآن شریف پر کیوں نہیں اٹھاتے ہیں۔

مزید براں اگر جناب کے انجیل پر اعتراضات زیر بحث قابل جواب بھی تسلیم کر لئے جائیں۔ تو ان سب کا ایک یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ خواہ انجیل مقدس ان جملہ الزاموں کی ملزم ہو جو آپ نے اس پر لگائے ہیں تو بھی یہی انجیل قرآن و اسلام محمدی کی بنیاد ہے۔ حضرت محمد نے اسی انجیل کے مذہب کی قرآن و اسلام محمدی کی صورت میں عمر بھر منادی کی ہے۔ ثبوت تحقیق الاسلام میں مذکور ہو چکے ہیں۔ باقی اور ثبوت بھی دیئے جاسکتے ہیں میری پیش کردہ انجیل خواہ کسی کی لکھی ہو پھر بھی یہی انجیل قرآن محکم اور اسلام محمدی کی بنیاد ہے۔ کیونکہ اس انجیل کا قرآن سے مقدم ہونا ثابت ہو چکا ہے اور ثابت

ہے۔ یہ انجیل حضرت محمد کے علم و آگاہی میں موجود تھی جیسی کہ تحقیق الاسلام میں ثبوت مذکور ہو چکے ہیں۔ پھر آپ کے پاس وہ کونسی وجہ ہے کہ جس کی بنا پر آپ انجیل پر معترض ہوا چاہتے ہیں؟

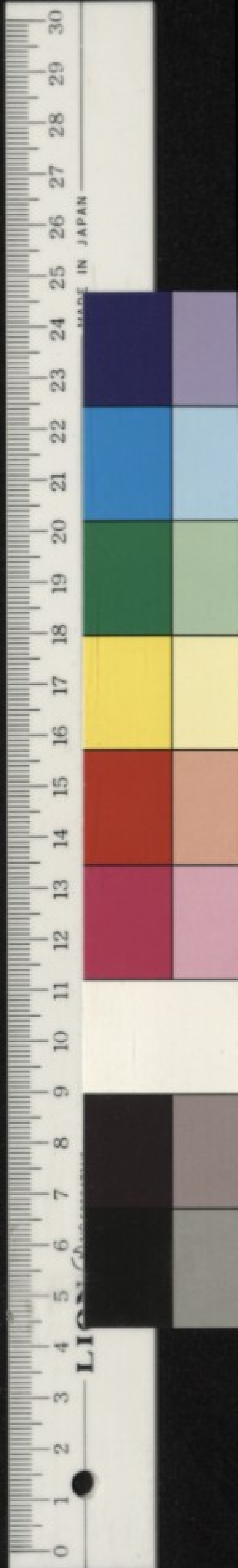
اگر بفرض محال میری پیش کردہ انجیل یسوع مسیح کی انجیل نہ ہو جس پر قرآن و اسلام محمدی کی بنیاد ثابت ہو چکی ہے تو آپ اس کے مقابل دوسری انجیل پیش کریں جو آپ کے نزدیک یسوع مسیح کے ہاتھوں سے لکھی ہوئی انجیل ثابت ہو۔ جو آپ کے نزدیک قرآن و اسلام محمدی کی بنیاد ہو۔ آپ اگر کر کی ابحاث میں پڑ کر یسوع مسیح کی انجیل پیش کرنے کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے کیونکہ تحقیق الاسلام یسوع مسیح کی انجیل کی اس ہستی کے ثبوت نقل کر چکی ہے جس پر قرآن و اسلام محمدی مبنی ہے۔ اگر آپ کو مسیحیوں کی مروجہ انجیل کو بنا ماننے میں عذر ہو تو اُس کی جگہ آپ دوسری انجیل پیش کریں جو آپ کے نزدیک قرآن و اسلام محمدی کی بنا ہو۔ اگر آپ کے پاس بھی وہ انجیل نہ ہو تو قرآن و اسلام محمدی کی جملہ صداقت معرض خطر میں ہے۔ کیونکہ اس کی صداقت کا مسلمہ شاہد مفقود الخبر ہے۔ اور قرآن و اسلام محمدی کے ماننے والوں کی قرآن و اسلام کی بابت شہادت غیر مطلوب ہے کیونکہ وہ مسلمہ طور سے قرآن و اسلام محمدی پر نہیں ہیں۔ لہٰذا میری پیش کردہ انجیل کو قرآن و اسلام محمدی کی بنا ماننے سے انکار کرنے کے نتائج خود قرآن و اسلام محمدی کے لئے خطرناک ثابت ہو رہے ہیں۔ اب یا تو میری پیش کردہ انجیل کو قرآن و اسلام محمدی کی بنیاد تسلیم کریں یا دوسری انجیل پیش کریں جو آپ کے نزدیک حضرت عیسے مسیح کی لکھی ہو ورنہ قرآن و اسلام کی وہ صداقت بھی گئی جس کا ہم اعتراف کر چکے ہیں۔

نورافشاں کے لئے نئے خریدار دیجئے۔

ہماری حل طلب مشکل

ہم بارہا ناظرین کرام کی عنوان ماسوق کی طرف توجہ مبذول کرا چکے ہیں کہ ہم مسیحیوں کی جماعتی ہستی مکمل اور مذہبی ہستی خطرے میں ہے۔ اگر ہم آج تک تمام ہندوستان میں محفوظ ہیں تو ہندوستانی مسیحیوں کی جماعتی تنظیم کے سبب محفوظ نہیں ہیں۔ بلکہ اسباب خارجی ہماری محافظت کا کام کر رہے ہیں۔ گو اس وقت ہندوستانی مسیحیوں کا شمار ۴۰ لاکھ ہے۔ پر یہ شمار کسی واحد مسیحی گروہ کو جو ہندوستان میں آباد ہے نہیں بتاتا ہے۔ بلکہ یہ شمار ہندوستان کی مشنری مسیحی جماعتوں کی تعریف کرتا ہے جس شمار پر کسی ہندوستانی لیڈر یا بشپ یا مسیحی رہنما کی کسی گروہ کا اثر و اقتدار نہیں ہے۔ مقامی طور سے یہ شمار یا تو مشنری صاحبان کے زیر اثر ہے یا بالکل ہی مختلف عقائد و انتظام کی مشنری جماعتوں میں منقسم ہے۔ جن کی ملکی و جماعتی و مذہبی ضروریات معرض التواء میں چلی جا رہی ہیں۔ مشنری صاحبان جو کچھ اُن سے ہو سکتا ہے کئے جاتے ہیں پر وہ ہند کی بڑھتی ہوئی مسیحی جماعت کی تمام ضرورتوں کو رفع کرنے میں قاصر ہیں۔ مشنری صاحبان دل سے چاہتے ہیں کہ ہندوستانی مسیحی اپنے بھائیوں اور ہم وطنوں کی بہتری اور بہبودی کے لئے میدان عمل میں نکلیں لیکن اُن کی یہ آرزو بر نہیں آتی۔ ہندوستانی مسیحیوں کی ضروریات زبانِ حال سے اُن مسیحی اصحاب کو پکار رہی ہیں جو اُن کی مرافعت کرنے والے ہیں لیکن ہم ہندوستانی مسیحیوں کے روبرو دوسرا سوال پیش ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ہندوستانی مسیحی آبائی اقوام کے مقابل مسیحی جماعت کا سنگ بنیاد رکھیں یا نہ رکھیں۔ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں ہزاروں مذاہب و جماعتیں موجود ہیں مسیحی جماعت کا اُن پر اضافہ کریں۔ گو کریں۔ ہندوستان میں ایک نئی قومیت یا نئی گروہ کی بنیاد ڈالیں یا نہ ڈالیں۔ اس سے کیا فائدہ ہوگا اور کیا نقصان ہوگا؟ اگر ہم ہندوستان میں ایک نئی گروہ یا نئی قوم کو نہ بنائیں تو پھر کیا ہمیں اپنی آبائی اقوام میں شیر و شکر ہو جانا چاہئیے؟ اگر شیر و شکر ہو جانا چاہئے تو کیسے؟ اور اس کا نفع نقصان کیا ہوگا۔ اغلباً ہمارے سوچنے سمجھنے والے اصحاب انہیں گتھیوں کے سلجھانے اور انہیں معموں کو حل کرنے میں مصروف ہیں جسکی وجہ سے وہ ہندوستانی مسیحیوں کی تنظیم کی طرف سے بے فکر ہیں۔

جن جماعتی مشکلات کی طرف ابھی اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ واقعی ہمارے لئے نہایت اہم و ضروری ہیں۔ ہمارے مشنری حلقوں نے بھی اپنے طرز عمل سے ہمیں یہی سبق پڑھایا ہے کہ کسی ہندوستانی کی مسیحی ہونے سے قومیت نہیں بدلتی مسیحی کو یقین رکھنا چاہئیے کہ وہ قوم کے ہندو مسلم وغیرہ میں ہیں وہ ہرگز یورپی مسیحیوں کے ہمقوم نہیں ہوئے۔ نہ ہو سکتے ہیں۔ پس جبکہ ہندوستانی ابھی مسیحی ہو کر بھی ہندو مسلم وغیرہ قوم کے فرزند رہے اور ہمیشہ رہینگے جس کے نہ صرف ہم شرمندہ نہیں بلکہ ہمیشہ خوش رہینگے تو اب اس بات کو دیکھنا ہمارا اخت ترین فرض ہو چکا کہ ہم ہندوستانی مسیحی اپنا جماعتی نظام اپنی قوم کے موافق بنائیں۔ ہم قوم کی ضرورت کو مقدم رکھیں۔ ہم اپنے آپ کو قوم کی مسیحی خدمت کرنے کو دیدیں۔ ہم اپنی قوم میں سلملجائیں۔ قوم سے الگ ہو کر کوئی نئی قوم بنانے کی کوشش نہ کریں۔ یہ وہ خیالات ہیں جو ہمارے سوچنے والے اصحاب کے دماغوں میں ہیں۔ جنکی وجہ سے ۴۰ لاکھ ہندی مسیحیوں کی تنظیم معرض خطر میں پڑی ہے ہم ان خیالات پر فی الحال اپنی رائے کو محفوظ رکھتے ہیں۔ اس قدر ضرور کرینگے کہ جو کچھ اوپر گذارش



کی گئی ہے نہایت سنجیدگی سے ہر ایک مسیحی کے سوچنے سمجھنے کی ہے۔ مسیحیوں کے بہی خواہوں سے امید ہے کہ وہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما کر مشکلات نہ کرسکو کر حل کرنے میں مسیحیوں کی امداد فرمائینگے۔

مسیحی لڑکے لڑکیوں کی تعلیم کے متعلق ایک معقول تجویز

خانصاحب طالب الدین صاحب رائے پور سی۔ پی نے ہمارے پاس ذیل کی تجاویز بغرض حصول رائے بھیجی ہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ یہ تجاویز کم از کم سی۔ پی کے مسیحی مدارس میں زیر عمل ہوں۔ تعلیم کے ذمہ وار اصحاب ان تجاویز کی خوبی سے زیادہ واقف و آگاہ ہو سکتے ہیں۔ ایسے اصحاب کی رائے کے اظہار کے لئے خانصاحب کی تجاویز کا اردو ترجمہ ناظرین نورافشاں کی نذر ہے کہ وہ ان تجویزوں سے آگاہ ہو کر اپنی قیمتی آرا سے خانصاحب کو آگاہ فرمائیں۔ ہماری سمجھ میں آپ کی تجاویز نہایت معقول ہیں۔ اپر سنٹرل چرچ کونسل کو چاہئے کہ وہ ان کو قبول کرکے خاص کونسل میں پیش کر دیوے۔

(۱) کہ وہ دینی اور دنیوی استادوں کو حسب ضرورت مہیا کرے۔ تاکہ وہ ضرورت کے موافق دینی اور دنیوی تعلیم دے سکیں۔

(۲) مسیحی استادوں کی موجودگی سے مسیحی جماعت کے شمار میں۔ اس کی اصل حالت میں اور سنڈے سکول میں ترقی ہوگی۔

(۳) چونکہ مسیحی استاد تھوڑے ہیں۔ اور ان کی ضرورت زیادہ ہے اس وجہ سے مہنگے ہیں۔ لیکن جبکہ ان سے دوگنا کام لیا جاتا ہے تو ان کو تنخواہ بھی دگنی دینا ضروری ہے۔ اس طریق سے انجیل کے خدام تیار کرنے کا مقصد آسانی سے پورا ہو سکیگا

(۴) مسیحی لڑکوں کا مشن سکولوں کے ہوسٹلوں میں رہنے کا دعویٰ زیادہ قابل سماعت ہے۔ بہ نسبت غیر مسیحی لڑکوں کے تاکہ ان کو مسیحی جماعت کی خدمت کے لئے تیار کیا جائے۔

(۵) یہ ضروری نہیں کہ غیر مسیحی لڑکوں کے لئے سکالر شپ دی جائے۔ وجہ یہ ہے (۱) کہ غیر مسیحی لڑکے تربیت پاکر مسیحی جماعت کی خدمت نہیں کرتے۔

(۶) یہ ضروری ہے کہ حتی المقدور سکالر شپ ہوشیار اور درمیانی درجہ کے مسیحی طلبا کے لئے مہیا کی جائے کیونکہ اس صوبہ میں مسیحیوں کی حالت تسلی بخش نہیں ہے

(۷) کہ تعلیم کے کورس عام طور سے تعلیمی اور صنعت و حرفت دونوں کے ہونا چاہئے۔ مثلاً ترکھانا کام۔ لوہارا کام۔ معماری۔ حجام کا کام۔ دھوبی کا کام۔ خانساموں کا کام۔ درزی کا کام۔ زینداری۔ موچی کا کام۔ رنگ سازی وغیرہ وغیرہ۔ جو طالب علم اعلیٰ تعلیم پانے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔ اُسے لیاقت کے موافق کام سکھایا جائے۔

(۸) یہ ضروری ہے کہ مسیحی لڑکوں کے مسیحی ہائی سکول اور کالج مسیحی استادوں کے سٹاف کے ساتھ مہیا کئے جائیں۔ اس وجہ سے۔

(۱) یہ ضروری ہے کہ وہ مسیحی لڑکوں کے لئے ہوں

(۲) دوسرے صوبہ کے مسیحی لڑکوں کے ایسے سکول اور کالج موجود ہیں۔

(۹) یہ ضروری امر ہے کہ ہوشیار لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دی جائے۔ اور ان کے لئے سکالر شپ کا انتظام کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ غریب ہو کر اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکتی ہوں۔

(۱۰) عام درجہ کی سمجھ کی لڑکیوں کو چرخہ کاتنا سکھایا جائے اور ساتھ ہی انگریزی اور دیسی زبان اور حساب وغیرہ کی تعلیم دی جائے۔ درسی کتابیں ایجوکیشنل محکمہ کی طرف سے تیار کی جائیں اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ یہ درسی کتابیں عام سمجھ کی لڑکیوں کی لیاقت کے موافق تیار کی جائیں۔

اس کی وجہ۔

اگر چرخہ یا مختلف کام لڑکیوں کی تربیت کے اجزا بنائے جائیں تو وہ اپنی بیوگی کی حالت میں یا دیگر مصائب کے وقت آسانی سے اپنی آپ پرورش کر سکتی ہیں۔

(۱۱) کھانا پکانا لڑکیوں کی تعلیم کا لازمی جزو ٹھہرایا جائے۔ اسے خانہ داری زندگی پر ملتوی نہ کیا جائے۔

(۱۲) بائبل سنانے کا کام ہرگز جوان لڑکیوں کو نہ دیا جائے۔

بیوہ مستورات کے لئے کام

(۱۳) تعلیم یافتہ اور عمر رسیدہ بیوہ مستورات کو بائبل کی خدمت سپرد کی جائے۔ ان مستورات کو جو باہر جاکر بائبل سنانا پسند نہ کریں انکو درزی کا کام یا رنگ یا نڈوائفری یا کھانا پکانا سکھایا جائے۔

جو اصحاب سکیم مذکورہ بالا کے عیب و قبح اور اسکی خوبی کو پہچان سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ التماس ہے کہ وہ اپنی اپنی رائیں تحریر کر کے ذیل کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

خانصاحب آئی۔ اے طالب الدین صاحب
آنریری سکرٹیری این۔ ایم۔ ایس
چھتیسگڑھ برانچ رائپور سی۔ پی

اکالیوں کی گرفتاریاں

معلوم ہوا ہے کہ ننگری میں سردار دسارا سنگھ جی سکرٹری اکالی جتھہ ضلع ننگری اور بھائی حفیظ سنگھ جی دو کہاندار تیرھویں شہیدی جتھہ کی سیوا کرنے کے جرم میں زیر دفعہ ۱۷ (الف) گرفتار کرلئے گئے ہیں۔ اسی سلسلہ میں اور گرفتاریوں کی بھی توقع کی جاتی ہے۔ (اخبار عام)

کلیسیائے انگلستان

اور

کلیسیائے ہندوستان

پادری برکت اللہ صاحب ایم۔ اے کا مضمون ذیل چرچ آف انگلینڈ کے شرکا کے غور و فکر کے لئے درج اخبار کیا جاتا ہے۔ قوی امید کی جاتی ہے کہ اس پر کافی توجہ کی جائیگی۔ اور جملہ خدام کلیسیا اس تجویز کو خوشی اور صدق دل سے منظور فرما کر خدا کو اور ہندوستانی کلیسیا کو جلال دینگے۔ ایڈیٹر

(۱)

مغربی ممالک سے جب مسیحی مبلغین اشاعت انجیل کے لئے ہمارے دیس میں آئے اور اُنہوں نے ہندوستانیوں کو خداوند مسیح کے پاس لانے کی کوشش کی۔ تو کامیابی نے اُن کے قدموں کو چوما اور اب اس عرصہ قلیل میں لاکھوں ہندوستانی منجی عالمین کے نام پر جان فدا کرنے کو تیار ہیں۔ اور مسیحی کہلانا باعثِ فخر اور موجب نجات تصور کرتے ہیں۔ ہندوستان کے مسیحی مختلف مشنوں کی تنظیم میں ہیں۔ یہ تنظیم کم و بیش وہی ہے جو یہ دیسی مبلغین اپنے ممالک سے اپنے ہمراہ لائے اور یوں ہندوستان مختلف کلیسیاؤں کی تنظیم کا گویا مجموعہ ہے۔ کلیسیائے انگلستان کی تنظیم ایک ہے میتھوڈسٹ اصحاب کی دوسری ہے۔ کلکتی فرقے کی اور ہے پریسبٹیرین مشن کی اور ہے۔ قصہ کوتاہ ہر مشن کی تنظیم جداگانہ ہے۔

یہ تنظیم جس میں ہندوستانی مسیحی شریک ہیں۔ ہندوستانیوں کی رضا و رغبت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسیحی ہوتے وقت اپنے آپ کو ایک خاص نظام میں پاتے ہیں اور اسی میں نشو و نما پا کر اپنی مسیحی زندگی کو بسر کرتے ہیں۔ مثلاً جب راقم الحروف مسیحی ہوا تو اس کے آگے مختلف کلیسیاؤں کا سلسلۂ تنظیم پیش نہیں کیا گیا تھا اور اس سے یہ نہیں کہا گیا تھا کہ جس کلیسیا کا شریک ہونا چاہتے ہو ہو جاؤ۔ جب وہ مسیحی ہوا تو کلیسیائے انگلستان کا وہ شریک کیا گیا۔ کیونکہ جس مبلغ نے اُسے بپتسمہ دیا تھا۔ اس کا تعلق کلیسیائے انگلستان کے ساتھ تھا۔

لیکن اب ہندوستانی مسیحیوں کا شمار خدا کے فضل سے لاکھوں تک پہنچ گیا ہے۔ اور کل ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کے بعد مسیحیوں کا شمار زیادہ ہے۔ کیا اب وقت نہیں آیا کہ ہندوستانی مسیحی اپنے سلسلۂ تنظیم پر غور و فکر کریں اور وہ تنظیم پسند کریں جو محض مغربی ممالک پر ہی نہ ڈھالی گئی ہو بلکہ ہمارے دیس کے حالات و خیالات و جذبات کے مطابق ہو۔

مختلف وجوہ کے باعث کلیسیائے انگلستان کے دیسی شرکا پر اب لازم ہو گیا ہے کہ کلیسیائے انگلستان کے ساتھ اور اس کے ساتھ ہی (مذہبی نقطہ نظر سے) حکومت کے ساتھ قطع تعلق کرے۔ کلیسیائے اقلیم ہندوستان کی بنیاد ڈالیں۔ اس ملک میں کلیسیائے انگلستان ابتدا ہی سے حکومت برطانیہ اور پارلیمنٹ کے ساتھ متعلق رہی سنہ ۱۶۹۸ء میں پارلیمنٹ نے ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارگذاروں کے لئے خادم الدین مقرر کئے۔ سنہ ۱۸۱۳ء میں کلکتہ کے اسقف کو مقرر کیا۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں بمبئی اور مدراس کے اسقف مقرر ہوئے اور ان کو حکم دیا گیا کہ کلیسیائے انگلستان کے قوانین کے مطابق عملدرآمد ہو۔ حکومت برطانیہ کے اس تعلق نے ہمارے لئے متعدد مشکلات بڑھا دیں ہیں۔ از روئے قانون اس کلیسیا کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہیں اور وکلا تک کو یہ پتہ نہیں کہ کون سے قوانین ہندوستان پر حاوی ہیں۔ اور کون سے قوانین یہاں عائد نہیں ہوتے۔ اسی قانون کی قید میں ہو کر ہم اپنی عبادتوں میں کوئی دعا نہیں کر سکتے۔ جو کتاب الصلوٰۃ میں درج نہیں۔ ہم اپنے اسقف خود منتخب نہیں کر سکتے۔ بلکہ یہ کام وزیر ہند کے متعلق ہے جو سرکاری طور پر ان کا تقرر کرتا ہے۔ ایسی حالت میں دیسی کبھی اپنے ہی ملک میں اسقف نہیں ہو سکتے اور بغیر ہندوستانی اسقفوں کے ہندوستانی کلیسیا اپنی زندگی کی خود ذمہ وار نہیں ہو سکتی۔

ان مختلف اسباب کو مد نظر رکھ کر گذشتہ فروری سنہ ۱۹۲۴ء میں پنجاب کی اسقفی کونسل نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ حکومتِ برطانیہ کے ساتھ کلیسیا کا قانونی تعلق قطع ہو جانا چاہیئے۔ اس فیصلہ کے مطابق یہ قرارداد قائم ہوئی تھی کہ کلیسیائے انگلستان کی جگہ کلیسیائے اقلیم ہندوستان قائم کی جائے اور اس تجویز کو مزید غور کے لئے ملتوی کر دیا تھا۔ اب یہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پنجاب کے اسقف صاحب ماہ نومبر میں اسقفی کونسل کا خاص اجلاس کرینگے جس میں کلیسیائے اقلیم ہند کی باقاعدہ تجویز پیش کی جائیگی۔ لیکن تقدس مآب جناب اسقف صاحب کی یہ خواہش ہے کہ پنجاب کے مسیحی اس تجویز پر بخوبی غور کریں تا کہ نومبر کے اجلاس میں ہر نمائندہ غور و فکر اور دعا کے بعد اس تجویز پر رائے دینے کے قابل ہو۔ یہ تجویز اب چھپ گئی ہے۔ اور مسیحی کلیسیا کے سامنے پیش ہے۔ اس خاص



اجلاس میں نمایندے وہی ہونگے جو گذشتہ فروری کو منتخب کئے گئے تھے۔

مختصراً تجویز یہ ہے کہ کلیسیای اقلیم ہندوستان حکومت سے اپنا قانونی تعلق قطع کر کے خود مختار کلیسیا ہوگی ہر مقامی کلیسائی جماعت اپنے نمایندے اسقفی کونسل میں روانہ کیا کریگی۔ یہ اسقفی کونسل اسقف صاحب خدام دین اور جماعتوں کے نمایندوں پر مشتمل ہوگی۔ ہر اسقفی کونسل اپنے نمایندے مجلس عالیہ میں بھیجیگی اس مجلس عالیہ میں تین جماعتیں ہونگی۔ اول کل اقلیم ہند کے مختلف اسقف صاحبان یعنی دارالاساقف۔ دوم خدام دین جو مختلف اسقفی کونسلوں میں سے خادم الدین کے نمایندے ہو کر مجلس عالیہ میں جاینگے یعنی دارالخدام دین۔ سوم باقی شرکا جو غیر خادم الدین ہونگے اور اسقفی کونسلوں کی طرف سے عوام کے نمایندے ہو کر جائینگے یعنی دارالعوام الناس۔

مجلس اساقف کے سپرد ایمان و نظام اور عبادت و تعلیم کے امور ہونگے۔ تادیب و سرزنش اور مقدمات کے متعلق تمام امور میں مجلس اساقف عدالت عالیہ منتصور ہوگی۔ اسقفوں کے انتخاب کو منظور کرنا اور ان کو معزول کرنا اس کے ہاتھ میں ہوگا۔ مختلف اسقف اپنے اپنے علاقوں میں با اختیار پاسبان ہونگے اور اپنے علاقہ کے مومنین (خواہ انگریز ہوں خواہ دیسی) کے اسقف ہونگے اور اپنے فرائض اور ذمہ واریوں کو اپنے علاقوں میں انجام دینگے۔

کلیسیای اقلیم ہند کے اختیار میں ہوگا کہ دیگر کلیسیاؤں کے اتحاد و یگانگت۔ موافقت اور شراکت پیدا کرے پس اس طرح ہندوستان میں کلیسیائی یگانگت کا دروازہ کھل جائیگا۔ اور قانونی مشکلات جو حائل ہیں یگانگت اور اتحاد کی سد راہ ہیں مٹ جائینگی۔

مندرجہ بالا تجویز نہایت اختصار سے تحریر کی گئی ہے۔ جو صاحبان تفصیل... ملاحظہ کرنا چاہیں وہ پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی لاہور سے یا وڈیرن صاحب ایس پی جی مشن دہلی سے قواعد و ضوابط قیمتاً منگوا سکتے ہیں۔ (باقی دارد)

برکت اللہ

ہندو آریہ اخبارات کا عجیب رویہ

جب کبھی ہندو کی کوئی چیز گم ہوتی ہے تو فوراً اخبارات میں شور مچا دیا جاتا ہے کہ مسلمان لے گئے ہونگے۔ کوئی ظلم رسیدہ عورت ہندو گھر سے نکلکر مسلمان ہو گئی ہو تو اخباروں میں شور مچا دیا جاتا ہے کہ اُسے جبراً مسلمان بنا لیا گیا ہے۔ اگر کوئی لڑکا گم ہو جاتا ہے تو فوراً اخبارو میں لکھ دیا جاتا ہے کہ مسلمانوں پر شبہ ہے۔ اگر کبھی آپس میں لڑائی ہو گئی تو اخباروں میں مسلمانوں کے خلاف محضر پیا کر دیا جاتا ہے۔

دوسری طرف آریہ صاحبان مسلمانوں کے خلاف اس قسم کی تحریرات لکھ کر شائع کرتے رہتے ہیں۔ جن کے ناموں سے اُن کے تن بدن کو آگ لگ جائے مثلاً اللہ میاں کا حلیہ۔ اللہ میاں کا فوٹو۔ اللہ میاں کی سنت۔ شیطان اور اللہ میاں کی جھڑپ۔ اسلامی گپیں وغیرہ۔

تیسری طرف ہندو آریوں کا شدھی پرچار۔ ہندو تنظیم پر تاکید ہیں۔ ۲۴ کروڑ ہندو صاحبان کی کمزوری کا ۷ کروڑ کے مقابل رونا۔ اس پر ہندو مسلم اتحاد کے چرچے عجیب قسم کا مرکب ہے۔ جس سے سمجھدار اصحاب آسانی سے جان سکتے ہیں کہ دراصل ہندو آریہ صاحبان نے ہند کی قلیل آبادی کو نگلنے کی تیاری کر رکھی ہے۔ ہم نیک نیت ہندو صاحبان کو صلاح دیتے ہیں کہ گروہ ہند کی خوشحالی دیکھنا چاہتے ہیں تو وہ قلیل گروہوں کے ساتھ اپنے مروجہ سلوک کی اصلاح کریں ورنہ ہندو مسلم اتحاد کے گیت گانا ترک کریں۔ کیونکہ مسلم صاحبان ہماری مروجہ روش سے ہرگز اتحاد پر مائل نہ ہونگے۔ اس کا نتیجہ ہند کے لئے جو ہوگا وہ بیان کا محتاج نہیں۔

نوٹس

بنام پادری بدرالدین فی الحال شیخ فضل الدین

آپ پر مندرجہ ذیل الزامات جو عام افواہ پر مبنی ہیں پنچایت لائلپور کے سامنے منعقدہ شہر لائلپور مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۴ء کو پیش ہوئے ہیں۔ جن کے فیصلے کے لئے ایک کمیشن مقرر ہوئی ہے۔

الزامات مندرجہ ذیل ہیں:۔

اول:۔ آپ نے دیدہ دانستہ اپنی منکوحہ بیوی فضل بیگم کو مع بچوں کے بغیر کسی معقول اور واجب وجہ کے بے سرو سامان ترک کر دیا ہے اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی دوسری عورت کے ساتھ رہتے ہو۔ یہ سب کچھ ناجائز ہے۔ خدا کے کلام کے عین خلاف ہے

دوم۔ عام افواہ ہے کہ آپ نے مسیحی انجیلی عقائد کو ترک کر دیا ہے اور دین محمدی اختیار کر لیا ہے۔ چنانچہ زمیندار اخبار مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۵ میں آپ کے محمدی ہونے کا اعلان درج ہے۔

لہٰذا آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۲۵ء کو بمقابلہ سانگلاہل امریکن مشن گرجا گھر میں حاضر ہو کر مندرجہ بالا الزامات کے متعلق جواب دہی کریں

ورزجینہ کلارک کمشن

پریسبٹری۔ لائلپور

ڈیفورڈ میڈیکل افیسر آف ہیلتھ کی رائے ہے کہ اگر آپ کا لڑکا کوئی چیز دیکھ کر چلاتا ہے تو اُسے چلانے دو۔ کیونکہ رونے سے پھیپھڑے بڑھتے ہیں۔

خیالات ویرینہ

پانچویں صحبت حقیقی اتحاد

یہ ہماری آخری صحبت ہے مسیح کی سیرۃ اور تعلیم کے چند پہلو ہم نے قومی ضرورتوں کے نکتۂ نگاہ سے دیکھے ہیں۔ ہمارے بزرگانِ قوم اس بات میں متفق ہیں کہ انتہائی مذہب پرستی کے باوجود ہمارے ملک میں روحانی دیوالیہ پن عیاں ہے ہمارے اُٹھنے بیٹھنے۔ کھانے پینے میں مذہبی رسومات موجود ہیں۔ مگر وہ روح جس کا یہ اظہار تھیں بالکل مفقود ہے۔ ہماری دماغی حالت قابلِ رحم ہے۔ کاموں کی تعلیم کے غلط اقتصادی اصول کی پیروی سے ہماری تعلیمی وراثت صرف ایک فریق کا حصہ ہو گیا تھا اور حکومت کی خود غرض حکمتوں نے ہندوستان کو آج تک جہالت اور توہمات کے گہرے گڑھے میں ڈال رکھا ہے۔ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ شخصی ترقی کے لئے ان دو قواؤں کی ضرورت ہے۔ روحانی اور دماغی۔ ان کے بغیر ہماری زندگی نامکمل بکرور اور بے اثر ہو جاتی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنی استعداد کے موافق ان طاقتوں کو حاصل کرنا ہے کہ ہم اُس قد کے اندازے کے موافق بڑھ سکیں جو ہمارا پیدائشی حق ہو اس مایوس کُن اور تاریک تر وقت میں مسیح روحانیت اور علمیت کا سرچشمہ سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ جو کوئی اس روحانی اور علمی پانی میں سے پئیگا جو میں اُسے دونگا وہ ابد تک کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

پنجاب میں آجکل ایک خانہ جنگی چھڑ رہی ہے مختلف ملتیں اپنے حقوق کی نگہداشت اس سرگرمی سے کر رہی ہیں کہ علیحدگی اور تنگ نظری ہمارے تمدن کا نمایاں پہلو ہو گیا ہے۔ روزمرہ کے کاروبار میں ہمارے تعلقات ایسے کشیدہ ہو رہے ہیں کہ اس آپس کی "نسل و تن" کا لازمی نتیجہ قومی انحطاط ہوگا۔ مذہب کی آڑ میں لوگ اپنے ذاتی مفاد اور شخصی وقار کو بڑھا رہے ہیں۔

قومی کمیت میں کڑوے بیج بوئے گئے ہیں۔ اور مذہبی ناروا داری اس کا حاصل ہے۔ یقیناً مختلف مذاہب کے عقائد میں تصادم ہوتا ہے۔ جبکہ اُن کی کورانہ تقلید کی جاتی ہے۔ جگہ بجگہ فسادات ہوتے ہیں۔ مال و جان کا نقصان ہوتا ہے۔ اور ہماری حالت پہلے سے بدتر ہو رہی ہے۔ بزرگانِ قوم ان فسادات کو فرو کرنے اور قومی اتحاد کو بڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر مخالف طاقتیں غالب آتی ہیں اور بعض مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھتے ہیں رواداری۔ ایثار۔ خدمت۔ ہمدردی اور محبت کی تلقین کی جاتی ہے۔ مگر یہ الفاظ بے معنی۔ بے اثر اور بے سود ہو گئے ہیں۔ ہر طرف تاریکی ایسا پردہ ڈالے ہوئے ہے۔ جس میں سے نگاہِ انسان گذر کر پار کی حقیقتوں کو دیکھ نہیں سکتی ٹھیک اس وقت مسیح کی رحم سے بھری ہوئی آواز ہمارے کانوں تک پہنچتی ہے "میں انگور کا درخت ہوں۔ تم ڈالیاں ہو۔ جو مجھ میں قائم رہتا ہے اور میں اُس میں وہی بہت پھل لاتا ہے۔ کیونکہ مجھ سے جُدا ہو کر تم کچھ نہیں کر سکتے۔ اتحاد کی بنیاد یہ بدنی تعلق

Organic Relation

ہے۔ جو درخت اور ڈالی میں ہوتا ہے۔ جس طرح ڈال درخت کے بغیر سوکھ جاتی ہے۔ اسی طرح انسان اپنے تمدن سے علیحدہ ہو کر بے اثر اور ناکام ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح ڈال درخت کی بالیدگی میں ممد ہوتی ہے اسی طرح ایک فرد اجتماع کے لئے موید اور مددگار ہوتا ہے ع

بنی آدم اعضای یک دیگرند

یہ ایک نہایت پُرانی حقیقت ہے۔ مگر ہماری نفسا نفسی سے پس پُشت ہو گئی ہے۔

یوحنا کی انجیل کے پندرھویں باب میں مسیح نہایت وضاحت کے ساتھ اس اتحاد کا طریقہ بتلاتا ہے۔ یہ اتحاد عالمگیر اتحاد ہے یہ قوانین طاقت پر مبنی نہیں "مشترکہ دشمن" کی مخالفت یا خانہ جنگی کا تاریخی نتیجہ نہیں۔ بلکہ خاکساری محبت اور امن پر مبنی ہے اور اس کی صرف ایک شرط ہے "تم مجھ میں قائم رہو اور میں تم میں"۔ آپ بے صبر ہو کر پوچھتے ہیں تو کیا اتحاد قومی کے لئے ہم سب کو مسیحی ہونا چاہئے؟ تمام یورپ مسیحی ہونے کا دعوے کرتا ہے۔ مگر ایک قوم دوسری قوم کا گلا کاٹتی ہے۔ بلکہ ہر ایک ملک میں مزدور اور سرمایہ داروں کی دانتا کلکل لگی رہتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ جن ملکوں کو ہم مسیحی سمجھتے ہیں اور وہ خود بھی یہی خیال کرتے ہیں۔ خود غرضی اور طمع کا شکار ہو رہے ہیں۔ وہ ہمارے لئے کوئی مثال نہیں ہیں۔ کیونکہ باوجود اپنے اعتراضات کے اُنہوں نے سچائی سے منہ پھیر لیا ہے۔ مسیح نے خود کہا ہے کہ راہ حق اور زندگی میں ہوں اور سچائی ہر جگہ یکساں ہے۔ اگر ہندوستان میں ۲ اور ۲ مل کر ۴ ہوتے ہیں تو افریقہ۔ امریکہ چین اور جاپان میں بھی ۴ ہی ہونا چاہئیں۔ اگر مسیح حق یا سچائی ہے تو وہ عالمگیر ہے اور اگر سب اُس عالمگیر سچائی کو قبول کر لیں تو ہم ایک ہی صف میں ایک ہی امام کے پیچھے اور ایک ہی عقیدہ رکھتے ہوئے اپنے منازل دنیا کو طے کرینگے۔ سچائی اتنی جامع ہوتی ہے کہ کوئی استثنا کی گنجائش نہیں۔ اگر ہم اس حق کو تسلیم کرینگے تو وہ تعلیم جو آجکل دلوں میں ہیجان پیدا نہیں کر سکتی مُردوں میں تازگی نہیں ڈال سکتی۔ پھر وہ اپنے اندر ایک نیا اثر۔ ایک نئی تازگی اور ایک نئی زندگی پیدا کریگی۔ ہم اپنی جان کو دوسروں کی خاطر کھو دینا ہی اُسے بچانا سمجھینگے۔ قوم کی خاطر مصائب اُٹھانا۔ بلکہ اپنے عزیز ترین رشتوں کو قطع کرنا تاکہ چھوٹوں کی خدمت کر سکیں ہماری زندگی کے بنیادی اصول ہو جائینگے۔ ہم اپنے حقوق کو بھول کر اپنے فرائض کا خیال رکھینگے اور دوسروں سے ایسا سلوک کرینگے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں کہ وہ ہم سے کریں۔ (جلال الدین)



خبریں

سرکاری اعلان

ہے کہ اپریل ۱۹۲۵ء کی ۱۳ سے ۱۹ تک لاہور میں فوجی محکمے کے متحن بورڈ کی طرف سے مشرقی زبانوں میں امتحان ہوگا۔ جو پنجاب گورنمنٹ کے افسران امتحان دینے کی تیاری کر رہے ہیں وہ اس میں شریک ہونے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کے ہوم سکریٹری صاحب کے پاس لاہور اپنی درخواستیں ۱۰ فروری ۱۹۲۵ء تک روانہ فرمائیں۔

ناگپور ۲۷ جنوری۔ سی۔ پی گورنمنٹ نے مندرجہ ذیل کتب کو ضبط شدہ قرار دیا ہے کیونکہ گورنمنٹ ہند کی رائے میں ان میں مفویانہ مواد ہے

(۱) بنگالی پمفلٹ "دیش شبر برتی زبان" (اہل وطن سے اپیل) مصنفہ سچیندرناتھ سنیال شاستی پور

(۲) انگریزی جرنل ورکرز منتھلی۔ جس میں لیبر ہیرالڈ بریڑ (نقیب حریت عمال) وسوویٹ رشیا پکٹوریا (بالشویک رشیا کی منہ بولتی تصویر) بھی شامل ہیں۔

(۳) بنگالی کتاب ابراہیم (جس میں قومی گیت ہیں) مصنفہ محمد انعام الحق سلطانپور

دہلی ۲۷ جنوری۔ برٹش ایمپائر لیپرسی ریلیف ایسوسی ایشن کی انڈین برانچ کی مدد کے لئے وائسرائے نے ایک اپیل شائع کی ہے جس میں مرض جذام سے مبتلا اشخاص کی سخت تکالیف کا تذکرہ کرتے ہوئے اور ہندوستان میں اس مرض کو مزید نہ پھیلنے دینے کے لئے تدابیر اختیار کرنے کے واسطے انہوں نے اہل ہند کی ہر جماعت سے ایسوسی ایشن ہذا کی معاونت و امداد کرنے کے لئے درخواست کی ہے۔ پرنس آف ویلز نے بھی وائسرائے کو ایک پیغام بھیجکر اپیل پر پسندیدگی کا اظہار کیا ہے اور توقع ظاہر کی ہے کہ والیان ریاستہائے ہند اور بڑے بڑے زمیندار خصوصاً اور عوام دل کھول کر اس نیک کام میں مدد دینگے۔

(بندے ماترم)

بمبئی ۲۸ جنوری۔ ڈاکٹر دیسائی کے جو ایک مشہور ڈاکٹر تھے گم ہوجانے سے بمبئی میں بڑی سنسنی پھیل گئی ہے۔ گمشدہ ڈاکٹر حسب معمول ۱۲ دن قبل اپنی دوکان پر گیا اور آج تک گھر واپس نہیں آیا۔ پولیس اور رشتہ دار ڈاکٹر کی حرکات و سکنات کے متعلق تحقیقات کر رہے ہیں۔ لیکن فی الحال کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ وہ جاتی بار اپنے ساتھ کوئی روپیہ نہیں لے گئے تھے۔ شک کیا جاتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو اغوا کیا گیا ہے۔ (رر)

ایک ہوشیار اور چالاک کوڈ کے ذریعہ ایک مشتبہ شخص کی انگلیوں کی نشانی دنیا بھر میں بذریعہ برقی پیغام پہنچائی جاسکتی ہے (رر)

سرینگر میں ۲۴ جنوری کی رات کو ۹ بجے ایک بڑے بھاری بوٹ ہاؤس میں آگ لگ گئی۔ مہاراجہ ہز ہائینس بھرت پور اور رانا بہادر پرنس جگت شمشیر جنگ آف نیپال کچھ عرصہ اس میں رہتے رہے ہیں اور آجکل اس بوٹ ہاؤس میں مسٹر اے سی بوگرہ و لالہ موتی چند بیرسٹر لاہور والے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ آگ نے چند ہی منٹوں میں خطرناک صورت پکڑ لی۔ اور تمام مہمانوں کی زندگی کو خطرہ میں ڈال دیا۔ لیکن مقام شکر ہے کہ وہ بال بال بچ گئے۔ مسٹر منوہر لال کو دریا میں گر جانے کی وجہ سے چند ایک غوطے بھی آئے لیکن انہوں نے دیگر اصحاب کے ساتھ ملکر بڑی مردانگی سے آگ بجھائی (رر)

معلوم ہوا ہے کہ گواہوں میں سے ایک اقبال بجانگیا۔ اور سلطانی گواہ کے طور پر شہادت دیگا۔ پولیس کے رویہ اور دیگر حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ اب ایک نازک مرحلہ پر پہنچ گیا ہے اور کہ عنقریب حیرت انگیز انکشافات ہونے والے ہیں (رر)

سال ۱۹۲۳ء میں انگلینڈ میں ۲۹۲۴۰۸ شادیاں ہوئیں۔ شادی شدہ مردوں میں سے ۲۴۱۳ کی عمر ۱۲ سال سے کم تھی اور ایک شخص نے اپنی عمر ۹۳ سال بتائی۔ سب سے کم عمر کے شادی شدہ جوڑہ میں لڑکی کی عمر ۱۵ سال اور لڑکے کی ۱۶ سال کی تھی۔ اس سال ۱۵ سال کی صرف ۲۶ لڑکیوں کی شادی ہوئی۔ جن میں ایک لڑکی کی شادی ۴۲ سال کی عمر کے آدمی سے ہوئی اور ایک سولہ سالہ لڑکی کی شادی ۷۰ سال کے نوجوان سے ہوئی (رر)

ہیڈ رڈ کی ایک عورت جو کچھ نہ کھا سکتی تھی نہ پی سکتی تھی اور نہ سوتی تھی بذریعہ انجکشن ۱۴ سال تک زندہ رکھی گئی۔ (رر)

علیگڈھ ۲۹ دسمبر۔ ہز ہائینس بیگم صاحبہ چانسلر علیگڈھ یونیورسٹی کل صبح یہاں تشریف آور ہوئیں اور سارا دن مصروف رہیں۔ ہز ایکسیلنسی وائسرائے یہاں آج تشریف لائے اور بیگم صاحبہ کمشنر اور دیگر سرکاری افسران اور ارکان یونیورسٹی نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ آپ نے لیبارٹری اور لائبریری کا معائنہ کیا۔ اور بعد میں یونیورسٹی کے ممبران کا آپ سے تعارف کرایا گیا۔

مسجد دں اور کالج کے بانی کی قبر دیکھنے کے بعد ہز ایکسیلنسی سٹریچی ہال میں تشریف لائے۔ بیگم صاحبہ نے آپ کا خیر مقدم کیا۔ بیگم صاحبہ نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ سر سید نے کتابوں کی نسبت کیریکٹر پر زیادہ زور دیا تھا اور اس وجہ

سے اس دوربین شخص نے اس کالج کی بنیاد رکھی تھی یونیورسٹیوں کی فائلوں پر ڈالی تھی۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ایک شخص کے کیریکٹر بنانے میں لیکچروں اور زبانی ہدایتوں کی بجائے اُس کے گرد و نواح کے حالات زیادہ موثر ہوتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے عالم و فاضل اختصاص کی بجائے ایسے شہری پیدا کرنا چاہتا تھا جو اپنے ملک اور سوسائٹی کے لئے مفید ثابت ہوں سر سید کی رہنمائی کے بعد پسماندہ مسلمان اپنی تعلیمی کمی کو بڑی جلدی دُور کر رہے ہیں۔

مسلمانان ہند موجودہ وائسرائے ہند کے ممنون ہیں کہ اُس نے اُن کی بڑی امداد اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور جس مہربانی سے آپ نے مسلمانوں کے مفاد و حقوق کی حفاظت اور اس جماعت کی ترقی کی تجاویز کی طرف توجہ رہی ہے وہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ (ر)

رنگون میں حال ہی میں ایک شخص گرفتار کیا گیا ہے جس کے پاس سو سو روپیہ کے ۵۰ جعلی نوٹ برآمد ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ کے سات نوٹ رکھنے والا ایک اور شخص چند دن قبل ازیں گرفتار ہو چکا ہے (ر)

لنڈن ۲۵ جنوری۔ جرمن وزارت میں فساد برپا ہو گیا۔ اور سوشلسٹ اور کمیونسٹ آپس میں ایک دوسرے کو ننگی تلواریں دکھانے لگے۔ وزارت میں کثیر تعداد سوشلسٹوں اور حامیان مرکزی پارٹی کی ہے۔ مرکزی پارٹی نے پہلے یہ ارادہ کیا تھا کہ اگر کمیونسٹوں کی گورنمنٹ پر بے اعتمادی کی تحریک پاس ہو گئی تو بھی ہم مستعفی نہیں ہونگے۔ لیکن چونکہ اس تحریک پر ہاؤس میں رائیں برابر رہیں۔ اس لئے یہ تحریک وزارت کے قواعد اور ضوابط کے مطابق نامنظور کر دی گئی تو بھی مرکزی پارٹی نے اپ مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ (ر)

دہلی ۲۶ جنوری۔ آج لیجسلیٹو اسمبلی کے اجلاس میں سوالات کے وقت سر الیگزینڈر مڈیمن نے اعلان کیا کہ اصلاحاتی تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ چند ہفتوں کے اندر شائع کی جائیگی اور اس پر آخری احکامات صادر کئے جانے سے پہلے لیجسلیچر کو بحث کرنے کا موقعہ دیا جائیگا لیکن آپ نے کہا کہ میں تاریخ کے متعلق کوئی وعدہ نہیں کر سکتا۔

دہلی۔ ۲۶ جنوری۔ لیجسلیٹو اسمبلی میں مسٹر رام چند راؤ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ڈنیس برے نے کہا کہ سر چارلس انس فسادات کوہاٹ کے متعلق جن نتائج پر پہنچے ہیں وہ وہی ہیں کہ جن پر چیف کمشنر صاحب پہنچے تھے۔ صرف چند ہندو کوہاٹ واپس گئے ہیں اور دیگر ایسا کرنے کے انتظامات کر رہے ہیں۔

ھوٹ: پمفلٹ کے متعلق مقدمہ زیر دفعات ۱۵۳ الف اور ۵۰۰ تعزیرات ہند جو پیشتر گورنمنٹ نے شروع کر رکھا ہے وہ گورنمنٹ کے انصاف پر چھوڑ دیا گیا ہے اور مقدمہ سرکار بذریعہ محمد افضل خاں سکنہ گڑھی نواز خاں۔ بنام جلال ختار نقشبند وغیرہ سکنہ بزادی چکر کوٹ اور کھرمانو زیر دفعہ ۳۰۷ تعزیرات ہند اس معاہدہ میں شامل نہیں ہے اور اس مقدمہ کا جرگہ فیصلہ کریگا۔ معاہدہ پر مسٹر ریلی ڈپٹی کمشنر اور متعلقہ جماعتوں کے دستخط ثبت ہیں۔ (ر)

ناظرین کو معلوم ہے کہ عراق عرب میں کئی اخبارات کے داخلہ کی ممانعت کا حکم صادر ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں معلوم ہوا ہے کہ معزز ہمعصر "زمیندار" بھی اس جرگہ میں شامل ہے (ر)

یہ خیالات کہ وہ کبھی دنیا میں سربلند نہیں ہو سکتے غلط ثابت کر دیتی ہے۔

میں مفلسی کا موید نہیں ہوں۔ البتہ میرا یہ خیال ضرور ہے کہ افلاس فی نفسہ کوئی چیز نہیں۔ باوجود مفلسی کے انسان ایک بڑے سے بڑا کام شروع کر سکتا ہے۔ جس طرح انسان جسمانی ورزش سے نشوونما پاتا ہے بالکل اُسی طرح غربت کے مصائب میں بھی وہ ہر طرح کی ترقی حاصل کر سکتا ہے۔

افلاس بذات خود ایک کمزوری اور غلامی کی رہنما ہے۔ لیکن باوجود اس کے یہی غربت ہے جو نجات دلانے میں بھی سب سے بڑی معاون ہے اگر کام پوری طاقتوں اور دل ارادوں کے ساتھ ایمانداری سے کیا جائے تو ایک معمولی انسان بہت جلد ایک ترقی یافتہ انسان بن سکتا ہے۔

گرو، ورکلینڈ جو شروع شروع میں ایک غریب محرر تھا اور پچاس ڈالر سالانہ پایا کرتا تھا مفلسی کو نسانی نشوونما کے لئے ایک نعمت خیال کرتا ہے۔ اس کا اس بات پر یقین ہے کہ دنیا میں دماغی قوتوں کی نشوونما اور نوجوانوں کی ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ افلاس اور باقاعدہ کوشش ہے۔

ہر طالب علم کے لئے ایسی تعلیم حاصل کرنے میں جو اُس کی آیندہ زندگی کے لئے مفید ہونے والی ہو سخت محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن وہ لڑکے جو فطری طور پر ذہین واقع ہوتے ہیں اور جنہیں امتحان میں کامیابی کے لئے بہت کم محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بسا اوقات وہ اپنی تعلیم کو اختتام تک نہیں پہنچا سکتے بخلاف اس کے وہ لڑکے جنہیں اپنی تعلیم کے لئے انتہائی محنت کرنا پڑتی ہے۔ ہمیشہ کامیاب طالب علم ثابت ہوئے ہیں۔

حقیقت میں وہ لڑکا قابل تعریف نہیں ہے جس کے والدین نے اُسے ہر طرح کے تفکرات سے آزاد کر دیا ہو بلکہ قابلِ تحسین لڑکا وہ ہے جو اپنی محنت کی آمدنی سے تعلیم حاصل کرتا ہے۔

اگر انسان بغیر کوشش کے اپنی ضروریات حاصل کر سکتا۔ تو آج دنیا میں بحث کا بازار گرم نہ ہوتا اور نہ کوئی افلاس سے نکلنے یا اپنے متعلقین کے ساتھ آسودہ زندگی بسر کرنے اور اپنے کیریکٹر کو مضبوط بنانے کی جدوجہد کرتا۔

U. S. Senator

J. P. Dolliner

لکھتے ہیں کہ میں غریب لڑکوں کے ساتھ جو ہمدردی کرتا ہوں وہ فضول نہیں ہے اس لئے کہ ابتدائے عمر میں میں بھی غریب رہ چکا ہوں اور یہ خوب جانتا ہوں کہ بہ نسبت دولتمند لڑکوں کے غریب لڑکوں میں ترقی کا زیادہ جذبہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجھے امیر اور دولتمند لڑکوں سے اتنی ہمدردی نہیں ہے جتنی اُن غریب بچوں سے جو تعلیم کے لئے دوسروں کے دست نگر ہوتے ہیں۔

اگر تم کسی لڑکے کو ایک ہزار ڈالر اس لئے دینا چاہتے ہو کہ وہ اپنی زندگی کی ابتدا کسی اعلےٰ پیمانہ پر شروع کرے۔ تو میں کہونگا کہ آپ اسکی ترقی کے خواہاں ہیں تو خدا کے لئے اُن ڈالروں کو اس لڑکے سے علیحدہ رکھئے۔

جس کمرے میں ابراہیم لنکن کی پیدایش ہوئی وہ اس لئے قابلِ عظمت نہیں ہے کہ اس میں ایک بادشاہ پیدا ہوا ہے بلکہ اس لئے قابلِ احترام ہے۔ کہ اس میں اس سے زیادہ ایک انسان کی پیدایش ہوئی ہے۔

وہ لڑکا جو یہ جانتا ہے کہ اُسے بہت جلد ایک کثیر دولت ملنے والی ہے وہ صبح اُٹھنے اور روزی حاصل کرنے کی جدوجہد کو بیکار خیال کرتا ہے کیونکہ اُسے معلوم ہے کہ وہ دولت جو ملنے والی ہے اُسکی پوری زندگی کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بستر پر ایک انگڑائی لے کر پھر سو جاتا ہے۔ مگر وہ لڑکا جسے ضرورت مجبور کرتی ہے اور جس کا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے اپنے پاؤں پکڑے ہونیکی کوشش کرتا ہے اور صبح ہوتے ہی اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ دنیا میں اس کے سوائے محنت و مشقت کے اور کوئی راستہ ہے۔

اس طرح یہ عجیب و غریب اور پُر مذاق فطرت انسان کو اُس کی ضرورت کے لئے کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اور اس طریقے سے تہذیب و تمدن کی ترقی اور قوم کا مضبوط کیرکٹر نشوونما پاتا ہے۔ وہ اسے سخت سے سخت کاموں میں ڈال کر سلیقہ و استقلال ہی کا۔۔۔ سبق نہیں دیتی بلکہ تجربے کی یونیورسٹی میں تعلیم دیکر اسے کامل بنا دیتی ہے۔

(ماخوذ رسالہ ہمایوں)

حقیقتِ علمِ ادب و ادیب

گذشتہ سے پیوستہ

علم بدیع۔ بدیع ایک علم ہے کہ جس سے چند امور ایسے معلوم ہو جاتے ہیں جو خوبیِ کلام کا باعث ہوتے ہیں۔ مگر اول اس بات کی رعایت ضرور ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو اور اُس کی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو۔ کیونکہ ان دونوں خوبیوں کے بعد ہی کلام میں محسنات سے حسن و خوبی آسکتی ہے اور یہ خوبی یا تو اصالتًا معنوی خوبی کی طرف رجوع ہوتی ہے گویا لاتباع لفظی خوبی سے خالی نہیں یا لفظی خوبی کی طرف اصالتًا راجع ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں اسکو معنوی کہتے ہیں اور دوسری صورت میں لفظی اور انہیں کو محسنات لفظی و معنوی بھی کہتے ہیں۔ اور ان

دو زمانوں کی بہت سی قسمیں ہیں جنکی تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں۔ حقیقت

ہندو اور آریہ

گزشتہ سے پیوستہ

ستیارتھ پرکاش اور ہندو سمپردائے

یہی وجہ ہے اور یقیناً یہی ہے کہ یا تو سیاسی اغراض کی خاطر یا محض مسلمانوں اور مسیحیوں کی تردید کی خاطر آپ یوں نے ہندو دھرم کو بڑھانا روا کر دیا ہے اور چند ان قابل اعتراض نہیں گنجتے۔ جب مسلمان اور مسیحی ہند سے نجات پا جائینگے یا ملک بدر کر دیئے جائینگے تو اس وقت کے لئے ستیارتھ پرکاش کا ۱۱ واں اور ۱۲ واں سمولاس لکھا ہوا اُنکے پاس۔۔۔موجود ہے۔ تب وہ پورانک لوگوں اور ہندوؤں کے ہر ایک فرقہ کی دھجیاں اڑائینگے کہ یہ یہ وید۔

آریہ سماج پر اتمام حجت کی خاطر

ہم پنڈت دیانند صاحب کی تصنیف ہی سے ثابت کرینگے کہ جس طرح آپ نے غیر آریہ مذاہب خصوصاً اسلام و مسیحی دین کی تردید کی ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہندو دھرم کے تمام فرقوں اور سمپرداوں کی تعلیمات اور اُن کے پیشواؤں کا سخت کھنڈن کر کے آریہ سماج اور ہندو دھرم کے درمیان دائمی جدائی کا ثبوت دیا ہے۔ آریہ اگر اس غرض کی وجہ سے اس وقت ہندوؤں سے ملے ہوئے ہیں تو ہم اُن کی قلعی کو اس لئے کھول دیتے ہیں کہ کسی متلاشی دین حق کو دھوکا نہ دینگے۔

مندرجہ ذیل تمام حوالجات ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں اور بارھویں سملاس سے نقل کئے گئے ہیں۔

پنڈت دیانند صاحب کے فتوے
(۱) برہمنوں کی نسبت

آجکل کے فرقہ بند اور خود غرض برہمن وغیرہ جو دوسروں کو علم اور نیک صحبت سے ہٹا کر اپنے جال میں پھنسا تھیں اور ان کے تن من دھن کو برباد کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اگر کھشتری وغیرہ ورن کے لوگ پڑھ کر صاحب علم ہو جائینگے تو ہمارے کرنے والے جال سے چھوٹ کر اور ہماری چالاکی کو جان کر ہماری بے عزتی کرینگے۔ صفحہ ۳۰۹۔

بعضوں نے سوچا کہ اپنی روزی کا بند و بست کرنا چاہئے۔ صلاح کر کے یہی ارادہ کر کھشتری وغیرہ کو اپدیش کرنے لگے کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں۔ بغیر ہماری خدمت کئے تم کو سورگ یا مکتی نہ ملیگی۔ بلکہ جو تم ہماری خدمت نہ کروگے تو گھور نرک میں پڑوگے۔ جو جو پورے عالموں دھرم پر چلنے والوں کا نام برہمن اور قابل قدر وید اور رشی دھنیوں کے شاستر میں لکھا تھا اُن کو اپنے جیسے بے عقل، نفس پرست، فریبی، عیاش ادھرمیوں پر گھٹا بیٹھے۔۔۔۔۔۔وہ سچے عالموں کے اوصاف ان جاہلوں پر گھٹ سکتے ہیں۔ صفحہ ۳۶۵

(۲) جب کھشتری وغیرہ ورن آنکھ کے اندھے اور گانٹھ کے پورے۔ یعنی اندھے علم کی آنکھ پھوٹی ہوئی اور جن کے پاس دولت کافی تھی۔ ایسے ایسے چیلے ملے۔ تو پھران فضول برہمن نام والوں کو عیش و عشرت کا باغ مل گیا۔۔۔جیسی اپنی خواہش ہوئی دیسا کرنے لگے یہاں تک کہ ہم معبود ہیں۔ ہماری خدمت کے سوائے دیولوک کسی کو مل نہیں سکتا۔ ان سے پوچھنا چاہئے کہ تم کس لوک میں جاؤگے۔ تمہارے کام گھور نرک بھوگنے کے ہیں۔ کیڑے کوڑے پتنگا وغیرہ ہوگے۔ صفحہ ۳۶۶ -

خان

تصحیح

گزشتہ نمبر صفحہ ۱۲ کالم اول کی ۲۱ ویں سطر "جیوں کی تردید کی خاطر" کو "جینیوں کی تردید کی خاطر" پڑھنا چاہئیے

برزنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوا دار بورڈنگ ہاوس خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر اور جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر

پرنسپل برزنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانا

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۳ء سے حصہ ورنیکلر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں۔ اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔ شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری تک فی طالب علم پانچ روپیہ اپر پرائمری سے ہائی تک ساتھ روپیہ۔

کلاس فیس سرکاری کا ہے متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز کرسی الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جرکشا ۱۱ بجے سے ۱۲ بجے تک مزید حالات پرنسپل سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں امرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دوالکہ صاحب رومٹر چھپا۔